گذشتہ سے پیوستہ

جوانوں پر مغرب کی طرف رجحان کا اثر

عماد العلماء علامہ ڈاکٹر سید علی محمد نقوی دام ظلہ

نسلوں کے درمیان فاصلہ اور تضاد کا ظہور :۔

نسلوں کے درمیان فاصلہ اور تضاد 'GE' مغرب زدہ سماج کی ایک نمایاں ترین تاثیر تھی جو نئی پود اپنے معاشرے کی اصل تہذیب سے ناطہ توڑ کر دوسری ثقافت کی عادی ہوگئی تھی فطری طور پر وہ اپنی اگلی نسل کے افکار و خیالات، رجحانات و میلانات اور ان کے طور طریقے سے بیگانہ ہوگئی ۔ بڑے بوڑھوں اور نوجوانوں کے درمیان پیدا ہونے والا یہ فاصلہ اس امر کا سبب ثابت ہوا کہ یہ دونوں نسلیں ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا پاس و لحاظ نہ رکھ سکیں چنانچہ بہت سے مواقع میں دیکھا گیا ہے مغرب زدہ نوجوانوں کا اقدار نظام اقدار، روایتی نظام کا مخالف ہے ۔ لڑکے لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط مغرب میں ایک قدر اور حسن کی حیثیت رکھتی ہے۔ مشرق میں عمر رسیدگی سے مزید احترام اور عزت حاصل ہوتی ہے جبکہ یورپ میں بڑھاپا ایک عیب شمار ہوتا ہے ۔ مشرق میں خاص طور سے اس بات کی تربیت نوجوانوں کو دی جاتی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کا ادب و احترام کریں، لیکن یورپ میں ان کی تربیت کا نصب العین انہیں آزاد اور مستقل بنانا ہے۔ مشرق میں انسانوں کی کوششوں کا آخری منشاء مالی اور مادی مقامات کا حصول نہیں رہا ہے، صدر یورپ کی اخلاقی نظام میں بس یہی چیز نصب العین رہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک عامل نے اس نسل کے بیچ جسے مشرقی تعلیم اور تربیت ملی ہوئی تھی اور اس نسل کے بیچ جس کو مغربی تربیت ملی ہوئی تھی فاصلہ پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

ان دونسلوں کے درمیان فاصلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوجوان طبقہ بڑے بوڑھوں کو ادب و احترام کے بجائے حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ادھر ماں باپ بھی ان نوجوانوں کو سرکش اور ملعون سمجھ کر یا تو ان پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں، لعنت ملامت کرتے اور اپنے پاس سے بھگا دیتے یا کبھی مغرب کی طرف رجحان کے سبب جوانوں کا طبقہ بڑے بوڑھوں کی زبان و بیان سے اور بڑے بوڑھے جوانوں کی زبان و بیان سے بیگانہ ہوگئے ان دونوں کے بیچ ایک مضبوط بند بندھ گیا جس کے دونوں طرف دو مشرقی نسل کے افراد نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے اجنبی ہو گئے اور ایک دوسرے کی امیدوں، خواہشوں اور رجحانوں سے نفرت بھی کرتے اور بدظن ہوگئے۔

قدیم و جدید نسلوں کے درمیان ان کو باہم ملانے والی کڑی کے ٹوٹ جانے اور ان کے روابط میں انتشار و پراگندگی پیدا ہوجانے کی وجہ سے جوانوں میں جرائم اور لا

ابالی پن کی طرف رجحان میں قطعی طور پر اضافہ ہوا ہے کیونکہ نسلوں کے درمیان موجود فاصلے نے نئی نسل کی فکروں اور حیرانی وسراسیمگی کو بڑھاوا دیا ہے۔

مغرب کی طرف رجحان کا عورتوں کے طبقے پر اثر

ابتداء اسلام میں جبکہ اسلامی نظریہ معاشرے پر چھایا ہوا تھا عورتیں معاشرے کی سماجی زندگی بلکہ سیاسی واقعات سے متعلق امور میں بھی اہم رول ادا کرتی تھیں، ابتداء اسلام میں عورتوں کو معاشرہ کے اندر مکمل انسانی تشخص حاصل تھا اور اسلام نے تاریخ میں پہلی دفعہ عورتوں کو اقتصادی آزادی سے نوازا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ باصطلاح خود مہذب یورپ اور آزاد امریکہ میں بھی ادھر آخری صدیوں تک عورتوں کو حق مالکیت تک حاصل نہ تھا اور عورتوں کے اسباب وسامان اور اس کی جائداد باپ یا شوہر یا اس کے بچے کی ملکیت سمجھی جاتی تھی جبکہ اسلام عورتوں کو میراث میں ان کے حصے کا مالک اسی طرح ان کی مہر کا مالک سمجھتا ہے حتیٰ کہ بہت سے اسلامی علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ شوہر کے دوش بدوش عورتیں بھی اقتصادی سرگرمیوں میں مشغول رہی ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں عورتیں اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں، باہر آتی تھیں، کام بھی کرتی تھیں، میدان کارزار میں بھی داخل ہوتی تھیں، لیکن ضرورت کی حد تک۔ اس نظام میں عورتوں کی سب سے عمدہ رسالت اور فرض سالم اور صالح نسلوں کی پرورش و پرداخت اور 'انسانوں' کی تعمیر تھی 'کل پرزے' بنانا نہ تھا۔ دوسری طرف عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط اور میل جول اسلامی معاشرے میں کبھی جائز نہیں رہا۔

جمود و پستی کے دور میں جبکہ اسلامی معاشرے اصل اسلامی تعلیمات سے دور جا پڑے تھے، ایک ایسا نظام زندگی بروئے کار آیا جو موجودہ مغرب کی طرف مائل نظام زندگی کی طرح فاسد اور مختلف آفتوں کا سرچشمہ تھا۔ جس طرح فرنگی مآبی نے عورتوں کو ایک کھلونے کی حیثیت دے دی اسی طرح مذکورہ بالا نظام نے بھی (مختلف لحاظ سے) عورتوں کو ایک معمولی چیز کا رتبہ دے رکھا تھا لیکن اس نظام کا اسلام سے کوئی ربط اور تعلق نہ تھا کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق نیز عہد رسالت کے اسلامی معاشرے میں عورتوں کو انسانی تشخص اور تمام حقوق ورعایتیں مکمل طور پر حاصل تھیں جنسی روابط کے معاملے میں بھی اسلام نے زیادہ سختی کا رویہ نہیں اختیار کیا۔

پڑوسی قوموں کی تہذیب وتمدن سے مسلمانوں کا حقیقی رابطہ قائم ہونے کے بعد درحقیقت مسلمانوں میں قرون وسطیٰ کے دور انحطاط و پستی کا سلسلہ شروع ہوا اور عورتوں نے اپنا سماجی مقام کھو دیا اس کے بعد اسلامی معاشرے کی تاریخ مجموعی طور پر سماجی لحاظ سے بلا شک و تردید مردوں نے ہی بنائی، مغربی ثقافت کے نمونوں کے رواج کے بعد عورتیں اپنے گھروں کی چاردیواری سے باہر نکل آئیں لیکن نہ صرف یہ کہ وہ کارآمد اور تولیدی یا تعمیری سرگرمیوں کے میدان میں داخل نہ ہوئیں بلکہ کسی افسر کے

دفتر یا ڈاکٹر کے مطب میں ایک آرائشی چیز کا رول ادا کرتی رہیں یا سرمایہ داروں کی فروخت کے لئے ماڈل گرل کی شکل میں جنسی کشش کے راستے گاہکوں کی توجہ جذب کرنے کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کی رجحان کے باعث عورت کی حیثیت ایک کھلونے کی ہوکر رہ گئی ہے

۔

عورتوں کے معاشرے پر مغرب کی طرف رجحان کا اثر

مغرب کی ثقافتی نمونوں کی آمد کے بعد سماجیاتی نقطۂ نظر سے عورتوں کے معاشرے میں رونما انقلابات درج ذیل ہیں:

(۱) معاشرتی سطح پر (سطحی اور سوقیانہ شکل میں) تحرک۔

(۲) نئی تعلیم کی طرف رجحان اور اس کے پیچھے مختلف دفاتر میں ملازمت اور مالی استقلال و آزادی کا حصول

۔

(۳) لڑکے لڑکیوں کے آزادانہ اختلاط کا رواج اور جنسی بے راہ روی کی اشاعت۔

(۴) بے پردگی کی طرف رجحان۔

(۵) طلاق کی تعداد میں اضافہ، تن فروشی اور اخلاقی بگاڑ کا رواج۔

(۶) عورتوں کی اپنی تاریخی اور ثقافتی روایتوں سے جدائی۔

(۷) عورتوں کی امور خانہ داری اور بچہ زائی سے بے رغبتی۔

اب ہم ان نتائج کے گہرے اور دوررس آثار اور اس کے حجم و دائرے کی کسی قدر زیادہ وضاحت کرتے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا سماجی پیشرفت زیادہ تر یونیورسٹیوں میں تعلیم، لڑکوں کے ساتھ اختلاط، محفلوں کی تشکیل میں ان کی سرگرم شرکت اور مختلف اداروں، دفتروں اور کمپنیوں میں ملازمت کی طرف ان میلانات کی شکل میں ہوئی ہے۔ عورتوں کی ملازمت اور مالی آزادی کا مسئلہ نئی تعلیم کے ماحول کو دھیان میں رکھتے ہوئے انواع واقسام کی تاثیر کا حامل تھا لیکن اس کے منفی نتائج، مثبت نتائج پر غالب ہیں۔

اس کا مثبت اثر تو یہ تھا کہ گھر سے باہر دفاتر وغیرہ میں عورتوں کی ملازمت خاندان کے بجٹ میں مددگار ثابت ہوتی اور خاندان کے افراد کی مالی آزادی اور استقلال ان کے روابط کو جذباتی مساوات اور برابری کی اساس پر قائم رکھتی، طاقت کے بل بوتے پر نہیں، اس کے علاوہ عورتوں کی خود اعتمادی انہیں سماج کے اندر اہم ترین رول ادا کرنے پر بھی آمادہ کرتی تھی لیکن ہمیں معلوم ہے کہ درج بالا خصوصیتیں ان عورتوں میں رونما ہوتی ہیں جن کے اندر مالی آزادی کا مفہوم ان کی فکری، معنوی اور انسانی ارتقاء کے دوش بدوش پیدا ہوا ہو لیکن فرنگی مآبی معکوس تاثیر میں مزید اضافے کا سبب ہوگی۔

مالی آزادی کا ایک منفی نتیجہ یہ تھا کہ عورتیں اپنے اصلی رول ـــ بچوں کی پرورش اور آئندہ نسل کی تعمیر ـــ کو فراموش کر بیٹھیں اور اپنے بچوں کو نرسری اور بورڈنگ وغیرہ کے حوالے کرنے لگیں، اس طرح یہ فطری امر ہے کہ

بچے کی زندگی میں ''ماں'' کی جگہ زیادہ سے زیادہ خالی رہے ۔ معاشرے میں جو چیز بہت کمیاب ہوگئی وہ ''ماں'' تھی اور جو چیز فراواں ہوگئی وہ ''لیڈی کلرک'' اور ''لیڈی سکریٹری'' وغیرہ تھی ۔ اس خلاء کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں انواع واقسام کی مشکلات اور مسائل پیدا ہوگئی جو ایک لازم بات تھی اس وقت نوجوان نسل میں جو افراتفری، اضطراب و بے چینی تناؤ اور انحراف و سرکشی اور دیگر خصوصیتیں پائی جاتی ہیں بڑی حد تک اسی مادرانہ جذبے کی کمی، ماں باپ کے روابط کی نوعیت اور خاندان کے ماحول کی پیداوار ہیں ۔

ملازم اور مزدور عورتوں کی قابل لحاظ تعداد اب حاملہ ہونے اور دودھ پلانے تک کی زحمتوں سے آزاد ہونا چاہتی ہیں ۔ اس طرح عورتیں ''انسان سازی'' کے عمدہ رول کو دھیرے دھیرے ''آلات سازی'' کے فرعی رول میں گم کرتی جارہی ہیں ۔ ملازم عورت روحانی، جذباتی اور نفسیاتی لحاظ سے بچہ دار بننے سے ڈرتی اور اپنی درخشاں مادرانہ فرض کو فراموش کرتی جارہی ہے حاملہ ہوجانے کے اندیشہ سے اپنے شوہر سے جنسی رابطہ قائم کرنے میں بھی خوف سائے کی طرح اس کا پیچھا کرتا ہے ۔ کہا جاتا ہے یہ روحانی کیفیت جسمانی لحاظ سے بھی عورتوں کی زندگی میں مؤثر ثابت ہوئی ہے ملازم عورتیں دودھ پلانے میں کمزوری اور دیگر عضوی نارسائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں ۔ ماں کی آغوش بچوں کی بہترین پرورش گاہ ہے اور بچوں کی تربیت کو بورڈنگ ونرسری وغیرہ کے حوالے نہ کرنا چاہئے ۔ ان باتوں پر دھیان نہ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بیمار، سرکش اور ناقص نسل سوسائٹی کے حوالے ہونے لگی ۔

دوسری بات یہ کہ مغرب کی طرف مائل عورتوں میں مالی آزادی کا تصور چونکہ اعتقادی مبانی میں عمیق فکری ارتقاء کے ساتھ ساتھ نہیں رونما ہوا اس لئے عورتوں کو بسا اوقات عنق (ایک سرکش چڑچڑی مخلوق) کی شکل دے دی جو اپنے شوہر کے ساتھ گرم جذباتی تعلق قائم کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور نوبت بایں جا رسید کہ عورتیں جنسی روابط میں بھی آزادی کی خواہاں ہوگئی ہیں ۔ اسلامی معاشرے میں طلاق وجدائی کی تعداد میں اضافے کا ایک سبب شاید یہ بھی ہے ۔ فرنگی مآب ملکوں جیسے ترکی یا ایرانی معاشرے میں مغرب کی طرف مائل شہریوں کے اندر ۔ شاہ معدوم کے زمانے میں ۔ چار میں سے ایک شادی کو طلاق کی نوبت ضرور آجاتی ۔ یہ آنے والی نسل اور بچے ہوتے تھے جو اس بیچ میں قربانی کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے کیونکہ محدود نیوٹی خاندان یا جزوی خاندان کے نظام میں (جو عورت، شوہر اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے) طلاق کی وجہ سے پورا خاندان تباہ و برباد ہوجاتا اور انتشار و آشفتگی کا شکار ہوجاتا ہے ۔

سماجیاتی نقطۂ نظر سے طلاق وجدائی کی تعداد اور خاندانی منشن میں اضافہ کے اندر مغرب کی طرف میلان کا اثر بھی شک وشبہہ سے بالا ہے کیونکہ اعداد وشمار کے مطابق طلاق کی تعداد شہروں خصوصاً شمالی حصہ میں (جہاں شرفاء اور امراء رہتے ہیں اور مغرب کی طرف مائل طبقے کے

رہائشی مکانات ہیں) دیہاتوں یا شہر کے غریب و متوسط حصے کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے باوجودیکہ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ عورتوں کی مالی آزادی کا ایک عمدہ اثر ان کے اندر خود اعتمادی کی شکل میں رونما ہوگا۔ یہ امید کسی طرح بر نہ آئی کیونکہ ایسی حالت میں اگر چہ ممکن ہے عورت اپنے شوہر کے مقابلے میں خود اعتماد ہو لیکن انتہا پسندی مغرب زدگی سے پیدا ہونے والے اثرات اور مالی آزادی اور فکری ارتقاء کے ہم رفتار نہ ہونے کی وجہ سے اس کا مطمح نظر صرف مردوں کا دل جیتنا رہ گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اب لاتعداد مردوں کے مقابلے میں احساس کمتری کا شکار ہے۔ حقیقت میں کہا جاسکتا ہے:

ایک آدمی کے مقابلے میں وہ خود اعتمادی تو پیدا کر لی لیکن اس کی جگہ سینکڑوں دوسرے مردوں کے مقابلے میں وہ خود اعتمادی کے فقدان کا احساس کرتی ہے جس کا مطلب ہے کہ کام بجائے سنورنے کے اور بگڑ گیا۔ اللہ یہ سرنوشت صرف مقلد مغرب زدہ عورتوں کی ہے جن عورتوں کی مالی آزادی ان کے فکری، معنوی اور اعتقادی ارتقاء سے ہم آہنگ و ہمدوش ہوئی ہے۔

مالی آزادی کا۔ ایک مغربی تحفے کی حیثیت سے۔ مشرقی خاندانوں میں نمودار ہوا۔

ڈورکیم (Dorkhiem) نے یہ ثابت کیا ہے کہ مغرب میں عورت کی آزادی خاندان کے افراد کی پیوستگی اور ہم بستگی کا ایک اہم سبب بنی ہے کیونکہ عورت کی ملازمت اسے امید اور خود اعتمادی سے بہرہ مند کرتی ہے اس کے لئے یہ امکان فراہم کرتی ہے کہ اقتصادی آزادی کے بوتے پر سماج کے لئے ایک کارآمد فرد ثابت ہو گھر اور خاندان کے نظم و نسق میں شوہر کے بوجھ کو ہلکا کر سکتی ہے۔

جب کوئی چیز فطری طور پر یا تشخیص کے لحاظ سے وجود میں آتی ہے تو اس کا سبب ممکن ہے اچھا اثر ہو۔ لیکن اگر وہی چیز تقلیدی، بناوٹی طور پر سماج میں پیدا ہوتی ہے تو اس کا کچھ اور ہی اثر ہوگا۔

اسلامی معاشرے میں مغربی ثقافت کے نمونوں میں آج سے پہلے ایسا نہ تھا کہ عورت کا کوئی اقتصادی رول نہ رہا ہو بلکہ بہت سے اسلامی ملکوں میں عورتیں اقتصادی سرگرمیوں میں شوہر کے دوش بدوش مصروف رہی ہیں اور ابھی تک مشرق کے روایتی طبقوں، حصوں، دیہی طبقوں میں کسان اپنے کھیتوں میں کام کرنے اور عورتیں عموماً امور خانہ داری سے فراغت کے بعد چھوٹی موٹی دستکاریوں میں مشغول ہو جاتی ہیں تاکہ اس قسم کی پیداوار کو فروخت کر کے اپنی مالی حیثیت کے اضافے میں کچھ مدد کر سکیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اقتصادی سرگرمی عورت کو اپنے اولین اور اساسی فرائض کی انجام دہی اور ماں اور بیوی کے رول کی ادائیگی سے باز نہیں رکھتی ہے، انہیں اپنے بچوں کی پرورش اور خاندان کی جذباتی ضرورتوں کی تکمیل پر دھیان دینے سے غافل نہیں کرتی اور اسے مغرب زدگی کے بھنور میں بھی نہیں ڈالتی ہے۔